

مزدوروں اور انتظامیہ کے مسائل  
پر ایک دلچسپ مائٹ



سقم فزائی

شہل غزنائی

اور میں گیس کے کارخانے میں جوئیر  
انجینئر تھے اس لیے ہمیں کلرکوں کا  
کام بھی کرنا پڑتا تھا۔ صدر دفتر  
سے تمام احکام لاکر ہماری ویلج



عرض میز پر ڈھیر کر دیے جاتے تھے۔ اس میز پر میں اور لیری  
آٹے سانے بیٹھا کرتے تھے۔

ہمارا واسطہ براہ راست میکسیکی مزدوروں سے پڑتا  
تھا چونکہ ان کی تنخواہیں ہم ادا کرتے تھے اس لیے ہمارا نام  
خزانچی صاب پڑ گیا تھا۔

کوئی شبہ نہیں کہ میکسیکی مزدور بہت محنتی تھے۔ ان میں  
بھٹی بھونکنے والے مزدوروں کا تو جواب ہی نہیں تھا۔ یہ لوگ  
بھٹی کی دوزخ جیسی گرمی میں ہر کوئس کی طرح مسلسل آٹھ  
گھنٹے کام کرتے۔ بھاؤڑوں میں کونٹا بھر کر دیکھے بغیر اچھالتے  
اور وہ سیدھا بھٹی میں گرتا۔ ان بالکل مزدوروں کی تعداد  
بہت کم تھی۔

کمپنی کی طرف سے ملازمین کو مہینے میں دوبار تنخواہ دی  
جاتی تھی۔ ۵ تاریخ کو اور پھر ۲۰ تاریخ کو لیکن مزدوروں کے  
یہ بیانات ناقابل قبول تھے، کیونکہ وہاں یہ رواج تھا کہ جو شخص  
پنچر سے تین چار دن سے زیادہ ڈک ہو گیا وہ کنجوس ترین شخص تھا۔  
اور یہ بہت ذلت کی بات تھی۔ چنانچہ مزدور ہر تیسرے چوتھے  
دن آتے اور جتنی مزدوری مہینے میں ملے جاتے۔

کمپنی کے قوانین سخت نہیں تھے اس لیے مزدوروں کو آسانی  
سے پیشگی رقم دے دی جاتی تھی۔ یہ صورت حال دیکھ کر ایک رُز  
صدر دفتر سے ایک یادداشت آئی۔ تنخواہوں کی پیشگی وصولیابی کا سلسلہ  
بڑھتا جا رہا ہے، آئندہ سے ملازموں کو صرف ہنگامی ضروریات  
کے تحت پیشگی رقم دی جائے۔

ظاہر ہے ہم کیا کرتے۔ ہم نے محکم کے مطابق یہ نوٹس چپاں  
کر دیا۔ تھوڑی سی دیر بعد کارسیا نامی ایک مزدور پیشگی رقم  
مانگنے آیا۔ میں نے اسے نوٹس پڑھنے کا اشارہ کیا۔ اس نے  
ایک ایک کر نوٹس پڑھا اور پوچھنے لگا۔ ہنگامی ضروریات  
کا کیا مطلب ہے جناب؟

میں نے بڑی نرمی سے اسے سمجھایا کہ کمپنی اپنے ملازمین  
کی خیر خواہ ہے لیکن ہر دوسرے تیسرے دن تنخواہ لینا ایک بے تعلگی  
ہے۔ اس لیے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ آئندہ پیشگی تنخواہ صرف اسی

بجائے رہے گا



صورت میں دی جائے گی جب کوئی ملازم یا اس کے متعلقین میں سے کوئی فرد بیمار ہو یا اسے ایسی ہی کوئی دوسری شدید ضرورت آ پڑے۔“

گارسیا نے اپنا بڑا سا پٹ کئی بار اپنے ہاتھوں میں گھمایا اور پوچھا: تو آج مجھے پیسے نہیں ملیں گے؟

”نہیں۔ تھوڑا انتظار کر لو۔ پانچ تاریخ کو ملے لینا۔“

وہ گردن جھکاتے چلا گیا۔ مجھے دل ہی دل میں شرمندگی سی ہونے لگی۔ میں نے لیری کی طرف دیکھا، وہ بھی نظر بچا گیا۔

آدھے گھنٹے کے اندر اندر دو اور مزدور مینڈوزا اور

فرانسکو آئے۔ انھیں بھی صورت حال سمجھا دی گئی اور وہ

بھی سر جھکاتے چلے گئے پھر ستانا چھا گیا۔ ہم اس بات سے

بے خبر تھے کہ باہر گارسیا، مینڈوزا اور فرانسکو نے تمام

مزدوروں کو نوٹس کا مطلب سمجھا دیا ہے کہ ”اب پیسے لینے کے

لیے بیوی وغیرہ کا بیمار ہونا ضروری ہے یا۔۔۔۔۔“

اگلے روز ہی ہمیں یہ اطلاع ملی کہ گارسیا کی بیوی بستر مرگ

پر ہے اور مینڈوزا کی ماں کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ ایک

مزدور کے بچوں میں کوئی ٹھنک و بائی مرض اچانک پھیل گیا ہے۔

پیشگی مانگنے کے جواز میں انفرادیت پیدا کرنے کے لیے ایک

مزدور کا بوڑھا باپ علیل کر دیا گیا۔ بوڑھے کی علالت کا واقعی ہمیں

یقین آ گیا کیونکہ مزدوروں کی ذہانت سے اس انفرادیت کی امید

نہیں تھی۔ کچھ بھی ہو۔ بہر حال مجھے اور لیری کو یہ اختیار نہیں تھا

کہ ہم دوسروں کے ذاتی معاملات میں مداخلت کریں۔ ہم نے

”تنخواہ کے کاغذات میں ہنگامی ضرورت“ کا اندراج کیا اور

مزدوروں کو تنخواہیں دے دیں۔

یہ سلسلہ کوئی ایک ہفتے تک چلتا رہا۔ پھر صدر دفتر

سے دوبارہ ایک سخت حکم آیا ”ملازموں کو تنخواہ صرف ۵ اور

۲۰ تاریخ کو دی جائے البتہ اگر کوئی ملازم کمپنی سے استعفا دیتا

چاہے تو اس کا حساب اسی وقت مہیا کیا جاسکتا ہے۔“

نوٹس چسپاں کر دیا گیا اور ہم نے بڑی سنجیدگی سے اس کی

تشریح کی۔ ہمیں افسوس ہے کہ گارسیا! تمہاری بیوی تمہارے

بھائی بہن اور تمہارا پورا خاندان علیل ہے یہ واقعی بہت پریشانی

اور تشویش کی بات ہے لیکن اب نیا حکم آ گیا ہے۔ بتاؤ ہم

کیا کریں۔ اوپر سے حکم آیا ہے۔“

گارسیا باہر چلا گیا۔ پھر وہ مینڈوزا، فرانسکو اور آئینا

کانی دینک ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔ دوسرے روز

گارسیا صبح صبح دفتر آیا۔ ”میں نوکری چھوڑ رہا ہوں جناب! میرا

حساب صاف کر دیجئے۔“

ہم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ کمپنی بہت اچھی

ہے۔ اپنے ملازمین کا بہت خیال رکھتی ہے۔ تم کیوں ملازمت

چھوڑ رہے ہو؟ لیکن وہ نہ مانا۔ آخر ہمیں گارسیا کر پیسے دینے

پڑے۔ اس نے نوکری چھوڑ دی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ فرانسکو

مینڈوزا، آیریگون، آئینا اور آرڈیز بھی کمپنی چھوڑ کر جا چکے تھے یہ

سب بہترین مزدور تھے اور ان کا متبادل کوئی نہیں تھا۔

میں نے لیری کی طرف دیکھا۔ وہ بھی سخت پریشان تھا۔

آنے والے تین دن ہمارے لیے بہت تکلیف دہ تھے کیونکہ ہمیں

نئے مزدور بھرتی کرنے تھے۔ بھرتی شروع ہو گئی۔ جو شخص بھی سامنے

آیا ہم نے اسے رکھ لیا۔ لیکن نتیجہ ظاہر تھا۔ نئے لوگ دو چار

پھاؤڑے چلانے کے بعد آدھے آدھے گھنٹے آرام کرنے لگتے

تھے۔ فوریں بھی پریشان تھا۔ آخر جب پانچویں دن گارسیا،

فرانسکو مینڈوزا اور ان کے تمام ساتھی دوبارہ بھرتی کے

لیے آئے تو ہم نے انھیں فوراً رکھ لیا۔

اب ہر روز ہمارے سامنے دو قطاریں آتیں، ایک استعفیے

دینے والوں کی اور دوسری بھرتی ہونے والوں کی۔ کاغذی کارروائی

بہت پیچیدہ ہوتی جا رہی تھی۔ صدر دفتر میں صورت حال اور

بھی خراب تھی۔ بھرتی اور استعفیے کی درخواستوں کا ایک تانتا

بندھا ہوا تھا۔ جس میں گارسیا کے استعفا دینے اور دوبارہ بھرتی

ہونے اور پھر استعفا دینے اور پھر بھرتی ہونے کا ایک طولانی قصہ

درج تھا۔ کبھی کبھی تو ایسا ہوتا کہ رجسٹر پر اندراج کرنے والا کلرک نے

سستی کر جاتا تو اس کی میز پر گارسیا کے دو دو استعفیے بیک وقت جمع

ہو جاتے۔ ہمارے فون کی گھنٹی بار بار بجتی اور ہمیں ہر بار خندہ پیشانی

سے وضاحت کرنی پڑتی کہ جناب والا! اگر کوئی شخص نوکری چھوڑنی

چاہتا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اور کا دھلنے میں مزدوروں کی سخت

ضرورت ہے اس لیے ہم انھیں بھرتی کرنے کے لیے بھی مجبور

ہیں۔“









## ضیاقسنیم بلکرامی

اور اجمودھن میں بابا فرید گنج شکر اپنے علوم و معانی اور کمالات باطنی سے تبلیغ و تلقین کے فرائض اور خدمات انجام دے رہے تھے کہتے ہیں کہ پاکستانی حضرات کے خواب و خیالات صادقہ ہوتے ہیں۔ ابھی خواجہ نظام الدین نے بابا فرید سے ملنے اور بیعت ہو جانے کا خیال تک کیا تھا کہ بابا فرید نے خواب میں دیکھا انہوں نے چڑیوں کے شکار کے لیے ایک بہت بڑا جال لگا رکھا ہے چڑیاں آتی ہیں اور اس میں پھنس جاتی ہیں۔ اس دوران ایک شاہباز نمودار ہوا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے جال میں پھنس گیا۔

بابا فرید کی آنکھ کھل گئی اور وہ سوئے جاگتے اس شاہباز کا انتظار کرنے لگے ابو بکر نامی — ایک قوال ملتان اور اجمودھن کے روحانی درباروں میں حضرتی دے کر دہلی پہنچا کسی سلسلے میں سے خواجہ نظام الدین کا قرب بھی حاصل ہوا اور اس نے شیخ بہاء الدین زکریا اور بابا فرید گنج شکر کی بے انتہا تعریفیں کیں۔ یہ ذکر دل میں آتش اشتیاق لگا گیا اور یہ شاہباز اجمودھن پہنچ کر بابا فرید کے حلقہ ارادت کا اسیر ہو گیا۔ اس وقت خواجہ نظام الدین کی عمر بیس سال کی تھی کہتے ہیں کہ بابا فرید ہندوستان کی ولایت کسی اور کو دینا چاہتے تھے لیکن انہیں کسی طرح غیب سے یہ صریح ہدایت موصول ہو چکی تھی کہ فرید! انتظار کرو نظام بدایونی آرہا ہے اور وہی اس ولایت کے لائق ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی کا خیال تھا کہ دنیا کے ظاہری نظام کے ساتھ ساتھ ایک باطنی نظام بھی ہے اور یہ نظام قطبوں اور بادلوں وغیرہ پر قائم ہے۔ دنیا کے سارے فیصلے پہلے انہی کے ہاں طے پاتے ہیں اس کے بعد ظاہری دنیا غیر محسوس طور پر ان فیصلوں کی توہین کر دیتی ہے۔ نظام الدین نے ابن عربی کی کتابوں کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا اور وہ اس کے قائل تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی تاکہ الدنیا دریش کی طرح نہیں گزاری بلکہ شاہانِ عصر کے

کا آخری دن تھلہ شام کو جمادی الثانی

جمادی الاول

کا چاند تراشے ہوئے ناخن کی طرح مغرب میں نمودار ہوا تو ایک ننھے ننھے بچے نے حسب دستور اسے دیکھا اور سلام کرنے کے لیے دوڑا ہوا اپنی بیماریاں کے پاس پہنچا۔ ماں نے سلام کا جواب دیا اور سپاہ سے پاس بٹھا کر سر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ آنکھوں میں آنسو آگئے اور حسرت سے پوچھا۔

”بیٹے اگلے مہینے کسے سلام کرو گے اور کس کی دعائیں حاصل کرو گے؟“ سعادت مند میاں کے سوال پر چونک پڑا اور سمجھ گیا کہ ماں نے یہ سوال کر کے بیٹے کو اپنی موت سے مطلع کر دیا ہے۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا ”اماں جان! آپ ہمیں کس پر چھوڑ جائیں گی؟“

بیمار ماں نے قدے تامل اختیار کیا پھر جواب دیا ”اس کا جواب صبح دوں گی!“

صبح سویرے خادم نے رٹکے کو سیدار کر دیا اور اسے بتایا کہ ”فورا چلو، ماں نے تمہیں یاد کیا ہے۔“

رٹکا دھڑکتے ہوئے دل سے ماں کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ماں نے اسے اپنے پاس بٹھالیا اور محبت سے پوچھا ”کہورات کیسی گزری؟ خوش تو رہے؟“ رٹکے کی آنکھوں میں آنسو آگئے، پائنتی کھسک کر ماں کے قدموں میں سر رکھ دیا اور رقت سے عرض کیا ”اماں میری خوشی تو آپ کی سلامتی میں ہے“ ماں نے غلامیں گھومتے ہوئے کہا ”بیٹے رات تم نے مجھ سے ایک سوال کیا تھا، میں نے کہا تھا کہ اس کا جواب صبح دوں گی۔ اب صبح ہو چکی ہے اپنے سوال کا جواب لے سکتے ہو“ یہ کہہ کر اپنا ہاتھ بیٹے کے ہاتھ میں دے دیا اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”مخداوند! میں اس دکھیاے سے کیسی کوتاہی سپرد کرتی ہوں“ پھر آنکھیں بند ہو گئیں اور ان کی روح نفسِ عنصری سے پرواز کر گئی جس رٹکے کو ماں نے خدا کے سپرد کیا تھا۔ خدا نے اسے اقصیٰ اپنی قبول میں لے لیا تھا۔ وہ رٹکا پڑھتا پڑھتا اور یہاں تک پڑھ لکھ گیا کہ اپنے علوم کے عوض دربارِ سلطانی سے قاضی القضاہ (چیف جسٹس) کا عہدہ حاصل کرنا چاہا۔ مختلف محفلوں میں جاتا اور علمائے عصر اور فضلاء سے ہر سے ایسی مدد اور کست بخشیں کرتا کہ لوگ اس کے علم، حافظے اور طریقہ استدلال کا لوہا مان لیتے اور آخر کار انہوں نے اس نوجوان کا نام رکھ دیا ”نظام الدین بجاٹ“

یہ اس دور کی بات ہے جب ایک طرف ملتان میں شیخ بہاء الدین زکریا



مہم مقابل بن کر رہے بابا فرید نے انھیں غلبتِ فاعرہ سے سرفراز فرمایا تو انھیں  
نظام الدین والدینا کہہ کر خطاب کیا تھا۔

جس زمانے میں حضرت نظام الدین، بابا فرید کی خدمت میں حاضر ہوتے  
تھے تو ان کے ذمے کھانا پکانے کا کام کیا گیا۔ ایک دن نمک نہ ہونے کی وجہ سے حضرت  
نظام الدین نے کسی سے نمک قرض لے کر کھانے میں شامل کر دیا۔ بابا فرید نے  
کھانے کو دیکھتے ہی کہا ”مجھے اس میں شبہ محسوس ہوتا ہے“  
حضرت نظام الدین نے عرض کیا۔ ”دیانت اور پاک کا پورا پورا خیال  
رکھا جاتا ہے پھر آپ اس میں کس قسم کا شبہ محسوس کرتے ہیں؟“

بابا فرید نے فرمایا: ”نام اور دیشوں کو چاہیے کہ وہ مرا میں یک لخت  
نفس کے لیے کسی سے قرض لے کر زیر بار احسان نہ ہوں کیونکہ توکل اور  
قرض میں بعد المشرقین ہے!“

نظام الدین شرم و ذراعت سے گر گئے اور پوری زندگی اس عمل پر رہے  
بابا فرید کے بعد کسی اشارۂ غیبی پر دہلی شہر سے دُرغیاٹ پور میں  
سکونت اختیار کر لی۔ یہی بستی بعد میں بستی نظام الدین اولیا کے نام سے مشہور  
ہوئی۔ شروع شروع میں دُرغیاٹ پور میں بڑی پریشانی اٹھانی پڑی تھی کئی کئی  
فالتے میں گزر جاتے ان کے پڑوس میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ یہ پارسا دن بھر  
چرخا کا ستی رہتی تھی اسی پر اس کی رُزی کا گزران تھا حضرت نظام الدین کی  
دن کے فاقوں سے تھے کہ یہ بڑھیا ڈیڑھ سیر جو کا آٹا، ان کی خدمت میں لے کر  
حاضر ہوئی اور کہا کہ اس حقیر کا یہ ہدیہ قبول فرمائیں حضرت نظام الدین نے  
اسے قبول کر لیا اور ہانڈی میں پانی ڈال کر اسے جوش دینا شروع کر دیا۔ ابھی  
اس میں جوش بھی نہ آیا تھا کہ ایک فقیر آیا اور کہتے ہی گرفت لہجے میں بولا  
”نظام الدین کچھ فقیروں کو کھلایا!“

اپنے فرمایا: ”ذرا صبر سے کام لو۔ ہانڈی میں جوش آئے گا۔“  
مندی فقیر صبر پر آمادہ نہ ہوا۔ اس نے نظام الدین کو حکم دیا کہ میں  
جوش کی کوئی ضرورت نہیں تو خود کھڑا ہو جاؤ جیسا کچھ ہے میرے سامنے رکھو  
نظام الدین کھڑے ہو گئے اور اپنی ڈھیلی ڈھالی استینوں کی مدد سے  
ہانڈی آتا کر فقیر کے سامنے رکھ دی۔ اُس نے جلتی ہوئی ہانڈی میں ہاتھ ڈال  
دیا اور ترے لے لے کر کھانا شروع کر دیا۔ ہانڈی کی حدت اس کے لیے کھلی  
معنی نہیں رکھتی تھی۔ کھا چکنے کے بعد اس نے ہانڈی کو اٹھا کر زمین پر بے  
مارا، ہانڈی پھوٹ گئی فقیر نے اسی کرخت آواز میں کہا ”نظام! تو نے ہانڈی

نعمت تو فرمیسے پاتی ہے لیکن ہم نے تیرے فاقہ و افلاس کی ظاہری دیک  
تور دی۔ اب تو دین و دنیا کی نعمتوں سے بہرہ یاب اور سلطان ہو چکے ہیں“  
فقیر تو یہ کہہ کر غائب ہو گیا لیکن اس کے بعد نظام الدین کی معاشی  
حالت میں ایک انقلاب آ گیا۔ ہر روز ہزاروں خرچ ہوتے لوگ نہ ہوتے۔  
غریب کے لیے آپ کا در ہمیشہ کھلا رہتا تھا لیکن شاہان وقت حاضر  
نہ ہو سکتے تھے۔ آپ نے کئی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا علاؤ الدین خلجی نے کئی  
بار باریلی کی اجازت طلب کی ہو نہیں سکی علاؤ الدین خلجی نے ایک بار  
اپنے بڑے بیٹے حضرت خان کو ایک خط دیا۔ یہ خط حضرت نظام الدین کے نام  
تھا اور اس میں حاضری کی اجازت مانگی گئی تھی حضرت خان یہ خط لے کر جب  
آپ کے در پر پہنچا تو انہوں نے کھوٹے اور پٹھے بغیر ہی حاضرین کو منجاب  
کہہ کے کہا۔

”دوریشوں کو بادشاہوں سے کیا کام ہو سکتا ہے میں دوریش  
ہوں اور شہر کے باہر ایک گوشے میں دنیا سے الگ تھلگ بادشاہ اور سلطانوں  
کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں۔ اگر بادشاہ مجھے مجبور کرے گا تو میں یہ شہر چھوڑ  
کر چلا جاؤں گا۔“

علاء الدین خلجی نے اس جواب پر کہلایا۔ ”ہم شیخ کی حدت میں  
صرف حاضری کے خواستگار ہیں۔“

آپ نے جواب میں کہلادیا ”میں تیرے لیے غائبانہ دعا کرتا  
رہتا ہوں اور غائبانہ دعائیں بڑا اثر ہے۔“

لیکن بادشاہ حاضری پر مقرر ہوا۔ آپ نے چڑ کر فرمایا۔ خلجی سے  
کہہ دو کہ فقیر کے مکان کے دو دروازے ہیں۔ وہ ایک دواڑے سے  
داخل ہوگا فقیر دوسرے دروازے سے نکل جائے گا۔“

اسی طرح جب خلجی خاندان کو زوال آیا اور اس کی جگہ قطب الدین  
نے اقتدار سنبھالا تو اسے حضرت نظام الدین سے کہہ ہو گئی۔ وہ ایک  
دوسرے بزرگ شیخ زادہ جام کا مرید تھا اور حضرت نظام الدین اور شیخ  
زادہ جام میں ذرا اختلاف پایا جاتا تھا قطب الدین نے اپنے پیر شیخ  
زادہ جام کی حمایت میں نظام الدین کو رُسوا کرنا چاہا۔ قطب الدین نے  
آپ کو حکم دیا کہ چاند رات کو حبلہ مشائخ ہمیں سلام کرنے حاضر ہوتے  
ہیں لیکن آپ نہیں آتے۔ اب آپ کی حاضری بھی لازمی قرار  
دی جا رہی ہے۔“



حضرت ابو ذر غفاریؓ اور حضرت بلالؓ میں کسی بات پر  
تغ کا می ہوئی۔ حضرت ابو ذر غفاری  
نے بلال سے فرط جوش میں کہا۔

”ابن السودا! کالی چٹری والی مٹش کے بیٹے تم مجھ سے اچھے ہو؟“  
حضرت بلالؓ دہاں تو کچھ نہ بولے، رسول اللہؐ سے شکایت کر دی۔  
آنحضرتؐ نے غصے میں ابو ذرؓ سے کہا: کیا تم نے بلالؓ کو اس کی ہا  
کاٹ دیا ہے؟ گویا تم میں اب بھی کسی قدر جاہلیت باقی ہے۔“  
ابو ذرؓ جاہلیت سے جتنی بد اخلاقی سمجھ بیٹھے چونکہ اس وقت وہ  
پیرانہ سال میں تھے اس لیے جواب دیا: کیا حضورؐ اس پر ایسے مایوس ہیں؟  
رسول اللہؐ نے کہا: بہتیں معافی مانگنی چاہیے۔ بلالؓ تھکے جھالے ہیں۔  
ابو ذرؓ بہت پشیمان ہوئے۔ انہما زلمات اور معافی طلبی میں بلالؓ  
کے سامنے دراز ہو گئے اور ان سے التماس کی، بلالؓ بہتیں ہی پہنچا دیے کہ تم  
میرے من کو اپنے پیروں تلے روند ڈالو۔“

آپؐ نے اس سخت جگم کی بھی کوئی پڑانہ کی اور حاضر ہونے سے  
انکار کر دیا۔ قطب الدین نے غضب ناک ہو کر حکم دیا کہ اگر شیخ نظام الدین  
آئندہ چاندرات کو حاضر نہ ہوں تو انھیں جبراً حاضر کیا جائے۔“  
اس حکم نے نظام الدین کے مریدوں اور مخلصوں میں کھلبلی مچادی  
لیکن آپؐ کی زبان سے بس یہی ادا ہوتا رہا: ”کچھ بھی ہو میں نہیں جاؤں گا۔“  
چاندرات آئی اور شاہی سرکار سے حضرت نظام الدینؒ کو لینے پہنچ  
گئے۔ آپؐ خانقاہ کی چھت پر چڑھ گئے اور بے چینی سے ٹہلنے لگے: زبان  
پر بار بار ایک شعر چڑھا ہوا تھا۔

اے رو بہک چرا نہ نشستی بجائے خویش  
باشیر پنچہ کردی و دیدی سزائے خویش  
پھر لوگوں کو خبر ملی کہ قطب الدینؒ اپنے چہیتے غلام خسرو خاں کے  
ہاتھوں ہلاک ہو گیا۔

آپؐ کو ذخیرہ اندوزی سے نفرت تھی۔ ہزاروں روپے کا خرچ  
کہاں سے چلتا تھا کسی کو بھی نہیں معلوم تھا۔ آخری وقت آپؐ نے  
اپنے خادم خاص اقبال سے دریافت کیا: ”گھر میں کچھ باقی تو نہیں ہے؟“  
اس نے جواب دیا: ”نہیں اب کچھ بھی باقی نہیں رہا۔“  
آپؐ نے مزید فرمایا: ”لیکن یہ سمجھ لے کہ اگر گھر میں کچھ موجود ہا تو  
قیامت کے دن اس کی ذمہ داری تیرے سر ہوگی۔“  
خادم نے شرمندگی سے عرض کیا: ”کچھ غلہ درویشوں کی خوراک کے لیے  
محفوظ رکھا تھا اگر حکم ہو تو اسے بھی مستحقین میں تقسیم کر دیا جائے گا۔“  
آپؐ نے ناخوشی سے فرمایا: ”جو کچھ بھی موجود ہے اسے اسی وقت  
ٹٹا دو اور توشے خانے میں جھاڑو پھیر دو۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے دربر و شرمسار نہیں جانا چاہتا۔“  
حکم کی پوری پوری تعمیل کر دی گئی۔

۲۷ صفر ۶۲۶ھ میں آپؐ پیدا ہوئے تھے اور ۲۷ ربیع الثانی ۶۴۴ھ  
میں بعمر ۸۹ سال رحلت فرمائی تیور جب ہندوستان آیا تو آپؐ کے مزار  
پر فاتحہ پڑھنے گیا قبر کھتی تھی مشکلوں سے ملی۔ اس نے حکم دیا کہ قبر پختہ  
بنائی جائے چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی اور آج بھی جو پختہ مزار نظر آتا ہے  
یہ تیمور کے حکم پر پختہ بنا تھا۔

آپؐ کے مریدوں میں امیر خسرو، مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی اور

میر حسن سنجر نے بڑی شہرت حاصل کی۔  
آپؐ مسلمان ہونے کو ایک شوارترین کام سمجھتے تھے انھوں نے  
ایک موقع پر فرمایا۔

”لوگو! اسلام کا نام لے لینا تو بہت آسان ہے لیکن اس کے فرائض  
انجام دینا بہت مشکل ہے۔“ پھر فرمایا: ”خواجہ بایزید بسطامیؒ شرمال تک نفس  
کو مجاہدے سے ملاتے رہے لوگوں نے اس شدید محنت کی وجہ دریافت کی تو  
آپؐ نے جواب دیا چونکہ میں مسلمان ہوں اس لیے ضروری ہے کہ اپنے مسلمان  
ہونے کا حق بھی ادا کروں۔“ اس کے بعد حضرت نظام الدینؒ نے فرمایا کہ۔  
ایک یہودی حضرت بایزید بسطامیؒ کی خدمت میں بہت زیادہ جھگڑتا  
تھا اور اسے ان سے بڑی محبت تھی کسی نے یہودی سے دریافت کیا کہ اگر  
تجھے بایزید سے اتنی ہی محبت ہے تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا؟“  
یہودی نے عام مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ”اگر اسی کا نام  
اسلام ہے تو مجھے مسلمان ہوتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے اور اگر اسلام وہ  
ہے جو تجھے بایزید بسطامیؒ میں نظر آتا ہے تو وہ اتنا دشوار ترین کام ہے  
کہ میری ہمت اور استطاعت کے باہر ہے۔“  
کسی مجلس میں حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کی فضیلت بیان کرتے  
ہوئے فرمایا۔



دو کسی نے حضرت جنید کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا "حضرت! منکر اور نکیر سے کس طرح نجات ملی؟"

حضرت جنید نے فرمایا: "جب میرے پاس یہ دونوں تشریف لائے اور انھوں نے مجھ سے سوال کیا کہ مَتَّ دَبْتُ (تمہارا رب کون ہے؟) تو میں ہنسا اور جواب میں کہا کہ جس دن خدا نے مجھ سے پوچھا تھا کہ اَنَسْتُ بِرَبِّكُمْ تو میں نے اسی دن جواب میں بستی کہہ دیا تھا۔ اب تم دونوں مجھ سے یہ سوال کر رہے ہو کہ تمہارا رب کون ہے؟ اب تم خود ہی سوچو کہ جس نے بادشاہ کو جواب دے دیا ہو، اس کو غلام کے سوال جواب سے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے؟"

ایک مجلس میں آپ نے آثارِ قیامت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "لوگو! رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ آخری زمانے میں عالم تو بہت ہوں گے لیکن بے عمل۔ برکت تھوڑی ہوگی۔ جاہل و کفر کو سیت الملل سے کچھ بھی نہ ملے گا۔ گانے والے، مغرب اور سحرے اور اہل فساد دنیا والوں کی نظروں میں زیادہ عزیز ہوں گے اور قرآن خوانوں اور عالموں کی قدر نہ ہوگی۔ مردِ رنگین کپڑے پہنیں گے اور لڑکے عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار کریں گے۔ حکم حکم بچیں گے، عدل و انصاف اٹھ جائے گا۔ سوداگر خرید و فروخت میں جھوٹ بولیں گے، بے گناہ مسلمان قتل کیے جائیں گے اور دنیا کے مال کے لیے مسلمان مسلمانوں پر تلواریں کھینچیں گے، اسلام خوار ہو گا۔ اس زمانے میں جو فتنہ بھی پیدا ہوگا، علما اور بے عمل ریاکار مشائخ سے پیدا ہوگا۔ ہر ولایت اور شہر میں بادشاہ اٹھیں گے اور ان کی وجہ سے مسلمان اور ان کے شہر ویران ہو جائیں گے، دوست دشمنی اختیار کریں گے، مسلمان مفلس ہو جائیں گے اور کینوں کے سوا کوئی مالدار نہ ہوگا۔ عورتیں ایک خاوند پر قناعت نہ کریں گی۔"

کسی نے حضرت نظام الدین سے دریافت کیا: "عقل کون ہے؟" جواب دیا: "جو شر اور خیر میں تمیز کرے۔"

ایک مجلس میں کسی نے دریافت کیا: "کوئی شریف پارسائی اختیار کرے تو اس میں کیا کیفیت پیدا ہو جاتی ہے؟" آپ نے ارشاد فرمایا: "جب شریف پارسائی اختیار کرے تو اس سے انکار اور تواضع ظاہر ہو جاتا ہے۔"

پوچھنے والے نے مزید پوچھا: "اور اگر کوئی سفیر و کین پارسائی"

اختیار کرے تو؟"

آپ نے جواب دیا: "تو اس میں تکبر پیدا ہو جائے گا، پھر قتل و قتل کے بعد فرمایا: "آخر زمانے میں قوم کے سردار ایسے لوگ ہوں گے جنہیں نہ خدا کا ڈر ہوگا نہ رسول کا پاس۔ ہمیشہ مسلمانوں کو ہاتھ اور زبان سے آزار پہنچائیں گے اور ہر وقت ان کی ایذا کے پلے رہیں گے۔"

جو لوگ کسی شخص کی دولت اور سرمائے کی وجہ سے عزت اور تعظیم کرتے ہیں۔ آپ ان سے نفرت کی تلقین کرتے ہیں۔ ایک موقع پر فرمایا کہ "جو شخص کسی دنیا دار کی تعظیم اس کی دولت اور سرمائے کی وجہ سے کرتا ہے اس کا تہائی ایمان اس فعل سے جاتا رہتا ہے۔"

ایک مجلس میں منصور حلاج کا ذکر ہوا تھا آپ نے فرمایا کہ "منصور کو خدا نے اپنے ایک لڑکے سے آگاہ کر دیا تھا وہ اسے چھپا نہیں سکا۔ لوگوں پر ظاہر کر دیا۔ اس کی اسے سزا ملی۔ بادشاہ کے کسی راز کو فاش کرنے کی یہی سزا ہوتی ہے کہ اسے ہلاک کر دیا جائے منصور تو ایسا دیوانہ تھا جو ایک ہی گھونٹ میں مست اور بے خود ہو گیا اور بالآخر لگا گیا۔"

آپ نے شادی نہیں کی۔ زندگی بھر مجرور رہے، اس سلسلے میں ایک عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ ابو دھن میں بابا فرید کی خدمت میں حاضری کے دوران ایک دن حضرت نظام الدین دست بستہ کھڑے ہو کر انھیں کھانا کھلا رہے تھے۔ آپ کا پانچواں بچہ ہوا تھا۔ بابا فرید کی اس پر جو نظر پڑی تو کھانے کے بعد اپنا پانچواں بچہ انھیں عنایت فرما دیا۔ آپ نے اسے اسی وقت پہن لیا۔ بابا فرید کے رُعب احترام میں ازار بند پر توجہ نہ دے سکے، وہ لٹکتا رہ گیا۔ بابا فرید نے اسے دیکھ کر فرمایا: "ازار بند پر لگا رکھ اور اسے مضبوط باندھ۔"

آپ نے فرمایا: "انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔"

اور زندگی بھر شادی نہیں کی۔

شیخ محمد اکرم صاحب نے حضرت نظام الدین کے بارے میں ایک جگہ لکھا ہے کہ۔

"وہ اپنی علمی قابلیت، خدا داد سمجھ، وجہ شخصیت اور مذاق سلیم کی بنا پر اگر سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین) کو حافی اثر سے نکل کر کسی اور سمت قدم بڑھاتے، تب بھی وہ میر کا وال ہی ہوتے"

